استاذ اور تربیت نسل

چند اہم اصول اور رہنما نکات

مولانا عبدالمتین
کراچی

۱۔تربیت کا اصل مرکز گھر ہے، لیکن اس تربیت کی مرمت، جانچ اور نکھار استاذ کی بھی ذمہ داری ہے۔

۲۔آج ہمارا معاشرہ گھریلو تربیت کی کمزوری کا شکار ہے، اسی لیے اساتذہ پر یہ ذمہ داری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔

۳۔استاذ کی سب سے بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ:

''میرا کام صرف نصاب مکمل کرانا اور کاغذی رزلٹ بہتر دینا ہے۔''

۴۔حالانکہ ایک استاذ کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے طالب علم کے اندر چھپی صلاحیتوں، رجحانات اور جوہر کو پہچانے، پھر اسے ان صلاحیتوں کے درست استعمال کا شعور دے۔

۵۔طلبہ کی عقل اگرچہ کمزور ہوتی ہے، لیکن ان کے احساسات بہت طاقتور ہوتے ہیں، وہ چیزوں کو گہرائی سے دیکھتے، محسوس کرتے، مشاہدہ کرتے اور سمجھتے ہیں، اسی لیے طالب علم صرف استاذ کی باتیں نہیں سنتا، بلکہ اس کی پوری شخصیت کا مطالعہ کرتا ہے۔

۶۔والدین کے بعد اگر کوئی شخصیت طالب علم پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے تو وہ استاذ کی شخصیت ہے۔

۷۔استاذ کا لباس، رویہ، اخلاق، غصہ پر قابو، پڑھانے کا انداز، نقل وحرکت، گفتگو کا طریقہ، بات سننے کا حوصلہ، مختلف تبصرے اور تجزیے، دینی حالت، معاشرتی کردار، گھریلو زندگی وغیرہ یہ سب چیزیں طلبہ کے علم میں بھرپور ہوتی ہیں۔

۸۔وہ خاموش ضرور ہوتے ہیں، مگر بے خبر نہیں ہوتے، اس لیے طلبہ کو ''گونگا بہرا'' سمجھنے کی غلط فہمی سے نکلنا ضروری ہے۔

۹۔طلبہ کی خاموشی ہمیشہ رضامندی نہیں ہوتی۔

اکثر وہ اپنی کمزوری، ماحول کے دباؤ یا استاذ کے احترام کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں، لیکن دلوں کو جیتنے اور بات منوانے والی چیز صرف ''مضبوط کردار'' ہی ہے۔

۱۰۔ جو استاذ نرمی سے محروم ہے، وہ بہت سی خیر سے محروم رہتا ہے، کیونکہ جو کام نرمی سے ہوسکتا ہے، وہ سختی سے کبھی نہیں ہوسکتا۔ البتہ نرمی کا مطلب انتہائی بے تکلفی کا تعلق نہیں ہے، طالب علم آپ کا شاگرد ہے، دوست نہیں ہے اور بے جا بے تکلفی دوستوں کے ساتھ ہی اچھی لگتی ہے۔

۱۱۔تربیت کا اصل محور ابتدائی عمر کے بچے ہیں، سات سال کی عمر تک بچے کی شخصیت کی بنیادیں مضبوط ہوجاتی ہیں، اس کے بعد تربیت ممکن تو رہتی ہے، لیکن نسبتاً محدود ہوجاتی ہے، اس لیے ایک استاذ کو اس مرحلے میں زیادہ محنت اور حکمت کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۲۔نظم وضبط سکھانا استاذ کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے، کیونکہ بدنظم انسان علم اور ذہانت کے باوجود عملی زندگی میں ناکام رہتا ہے۔

۱۳۔واضح رہے استاذ صرف الفاظ منتقل نہیں کرتا، بلکہ اپنا کردار منتقل کرتا ہے۔

۱۴۔اگر استاذ غیبت کرتا ہے تو طلبہ بھی سیکھتے ہیں، تجسس اور دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرتا ہے تو طلبہ بھی یہی کرتے ہیں، گالم گلوچ کرتا ہے تو یہی زبان طلبہ میں منتقل ہوتی ہے، چغل خوری کرتا ہے تو طلبہ بھی اسی روش پر چلتے ہیں، اسی لیے استاذ کو اپنی اصلاح کو تعلیم سے مقدم رکھنا چاہیے۔

۱۵۔موجودہ دور میں جن صفات کی شدید ضرورت ہے، کیونکہ یہ چند اوصاف معاشرے سے تیزی سے کم ہوتے جارہے ہیں۔ استاذ کو چاہیے کہ وہ خصوصیت کے ساتھ ان امور پر محنت کرے اور طلبہ کی شخصیت میں انہیں پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرے:

ایثار	رہنمائی	خوداعتمادی	توکل
خدمتِ خلق	ادب	نظم وضبط	روحانیت
حوصلہ افزائی	بلند ہمتی	شکرگزاری	مایوسی سے بچاؤ
صبر وتحمل	صلہ رحمی	رحم وکرم	باہمی تعاون
موبائل کا کم استعمال	درگزر اور معافی	والدین کے مقام کی پہچان	رشتوں کا احترام

استاذ اگر ان صفات کو اپنی زندگی میں پیدا کرلے تو یہی صفات خاموشی کے ساتھ نسلوں میں منتقل ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی تعلیم وتربیت کی توفیق عطا فرمائے جو صرف ذہن نہیں، بلکہ کردار کی بھی تعمیر کرسکے۔